

قلب انسانی --- ماہیت و کیفیات

قلب انسانی مجمع البحرین

انسان کی روحانی و مادی حیات کا مرکز و محور قلب انسانی ہے۔ انسان کی روحانی و مادی حیات کے سوتے اسی سرچشمے سے پھوٹتے ہیں۔ قلب انسانی حیات انسانی کی ہر دو نوع کے لئے مجمع البحرین کی حیثیت رکھتا ہے، جہاں دونوں کو ایک دوسرے سے جدا نہیں کیا جا سکتا۔ انسان کا حقیقی وجود اور اس کی اصلیت روح ہے جبکہ مادی پیکر اس حقیقی وجود کا مظہر ہے۔ روح انسانی کے اندر فعال عنصر ہے، روح کی فعالیت اور حرکت و عمل کا اظہار مادی جسد کے ذریعے ہی ممکن ہے۔ جبکہ یہ مادی انسانی پیکل روح کے بغیر قائم و برقرار نہیں رہ سکتا۔ انسانی جسد ”عالم مظہر“ کا نمائندہ ہے اور وہ نورانی نقطہ جس کو روح کہتے ہیں عالم روحانی کا فیضان ہے۔ عالم لاهوت اور عالم ناسوت کا یہ حسین امتزاج ایک ایسا وجود اور شاہکار ہے کہ پوری کائنات میں اس کی کوئی مثال نہیں۔ یقیناً انسان بے مثل عجوبہ کائنات ہے۔ مادے اور روح کو باہم ایک دوسرے سے کچھ مماثلت نہیں ہے۔ دونوں کے خواص و صفات میں اس قدر تضاد ہے کہ دونوں کی ہم آہنگی اور ملاپ ناممکن نظر آتا ہے۔ دونوں میں بعد المشرقین ہے مگر ایک مرکز ایسا ہے کہ جہاں حیات انسانی کے یہ دو متضاد پہلو باہم یکجا دکھائی دیتے ہیں اور وہ مرکز ہے قلب انسانی۔

قلب انسانی کی اہمیت

انسانی قلب کی دھڑکنیں دراصل انسانی حیات کی ساعتیں ہیں۔ انہیں ساعتوں سے اس کے شب و روز بنتے اور مہ و سال ترتیب پاتے ہیں۔ اس مرکز سے جہاں خون کی گردش رکی وہیں انسانی زندگی کا خاتمہ عمل میں آجاتا ہے۔ نہ آنکھوں میں نور باقی رہتا ہے اور نہ ہی سماعت و قوت گویائی کام کرتے ہیں۔ حیات ظاہری کی طرح ایمانی و روحانی زندگی بھی قلب انسانی کے ساتھ وابستہ ہے۔ انبیاء و رسل ملیم السلام کے نظام تعلیم و تزیکیہ سے قلب انسانی کی اہمیت کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ اولیاء و صوفیاء کی توجہ کا مرکز بھی قلب انسانی ہے۔ شعراء کی عشق و مستی اور ان کے کلام کی معنویت و گہرائی کا تعلق بھی قلب انسانی ہی سے ہے۔ کائنات قلب نہایت وسعت رکھتی ہے۔ ”حدیقہ القلب“ معطر اور مہکتے پھولوں کی وسیع دنیا ہے اسی لئے انبیاء کرام اور اولیاء و شعراء نے قلب انسانی پر توجہ دی ہے۔ قلب انسانی اس قدر اہم ہے کہ رحمانی و شیطانی لشکروں کی معرکہ آرائی اور کشمکش کا میدان اور آماجگاہ اکثر یہی قرار پاتا ہے۔

انبیاء کرام ملیم السلام انسانی احوال کو سنوارنے آتے ہیں۔ ان کے لئے تعلیم و تزیکیہ کا سامان کرتے ہیں۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم معلم و مزی بن کر تشریف لائے۔ کتاب و حکمت کی تعلیم کے ساتھ آپ نے تزیکیہ و تربیت کا اہتمام فرمایا۔ آپ کی نظر میں تعلیم و تزیکیہ کے باب میں سب سے زیادہ اہمیت انسانی قلب کی ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا الا وان لی الجسد مضغہ اذا صلحت صلح الجسد کلہ واذا فسدت فسد الجسد کلہ الا وہی

القلب (صحیح البخاری کتاب الایمان ج ۱، ص ۱۹) اصلاح و بگاڑ میں اگر جسد انسانی میں کسی چیز کی اہمیت ہے تو وہ قلب ہے۔ اللہ تعالیٰ انسانی شکل اور جسموں کو نہیں دیکھتا بلکہ اس کی نظر میں بھی اگر کوئی چیز اہمیت رکھتی ہے تو وہ ہے انسانی دل۔۔۔۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ان اللہ لا ينظر الي صوركم واماالكم ولكن ينظر الي اعمالكم وقلوبكم (ابن ماجہ، کتاب الزہد ج ۲، ص ۱۳۸۸)

دور جاہلی کے مشہور عرب شاعر زہیر بن ابی سلمی کے نزدیک بھی انسان دراصل دل ہی کا نام ہے۔ اس کا ایک شعر اس مفہوم کی خوب وضاحت کرتا ہے۔

لسان الفتى نصف ونصف لواء
فلم يبق الا صورة اللحم والدّم
(محلّقہ زہیر بن ابی سلمی ص ۸۹)

”انسان کا نصف اس کی زبان ہے اور نصف اس کا دل، اس کے سوا جو باقی ہے وہ تو محض گوشت اور خون ہے۔“

مادے اور روح کی ثنویت اور انسانی شخصیت

مادے اور روح کی ثنویت کے باوجود انسان شئی واحد ہے۔ اس ثنویت کا ہرگز یہ مفہوم نہیں لیا جاتا کہ اخلاقی و قانونی ذمہ داریوں میں روح و مادے کو الگ الگ مسئول ٹھہرایا جائے گا بلکہ انسان ایک مجموعے کا نام ہے۔ روز مرہ کی گفتگو میں ہم انسان کو ایک اکائی تسلیم کرتے ہیں۔ انسانی وجود کو ایک شخصیت بنانے میں دل کا کردار اہم ہے۔ چنانچہ اظہار خیال کے مختلف مواقع پر انسان واحد متکلم کا سینہ بولتا ہے اور اشارہ اپنے دل کی طرف کرتا ہے۔ امام فخرالدین رازیؒ جوہر نفس کی ماہیت کی بحث میں فرماتے ہیں ”انا جنت“ ”انا انصراف“ ”انا سمعت“ ”انا لہمت“ ”انا فعلت“ کہنے والا شخص لفظ انا بولتے ہوئے اپنے دل کی طرف اشارہ کرتا ہے جبکہ اس کے اس کلام سے مراد اپنی پوری شخصیت اور وجود ہوتا ہے جس کے تمام اعضاء دل کے مرکزی نقطے پر مجتمع ہو کر اس کو ایک شخصیت ظاہر کرتے ہیں۔ (کتاب النفس والروح-۲) امام فخرالدین رازیؒ تمہور محققین کا نقطہ نظر بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں **منہب الجمہور من المحققین واصحاب المکاشفات ان القلب هو رئیس المطلق لسائر الاعضاء** (کتاب النفس والروح ص-۵۱) یوں دل کو تمام اعضاء پر برتری اور تفوق حاصل ہے۔ اور دل ہی انسانی شخصیت مادے و روح کا جامع ہے۔

قلب انسانی معارف و علوم کا مرکز و محل

علم و ادراک انسانی امتیاز ہے۔ اپنی اسی خصوصیت کی وجہ سے وہ دیگر حیوانات پر برتری رکھتا ہے۔ جسد انسانی میں علم و ادراک کا مرکز و محل قلب و ذہن میں سے کیا چیز ہے۔ اس بارے میں محققین کا قدرے اختلاف ہے۔ البتہ قرآن و سنت کے شواہد کے ساتھ راجح رائے یہ ہے کہ معارف و علوم کا مرکز قلب انسانی ہی ہے۔ امام فخرالدین رازیؒ فرماتے ہیں **ان محل العلوم والادراکات هو القلب** (کتاب النفس والروح ص ۳۲) ”عالم لا موت“ کا پاکیزہ سفیر جب عالم ناسوت کی رہنمائی کے لئے خالق کائنات کا پیغام لے کر آتا ہے تو اس وحی کا نزول انسانی قلب پر ہی ہوتا ہے۔ ارشاد الہی ہے **وانزلناہ من زبد العالیمن نزل بہ الروح الامین علی قلبک**

(الشراء-۱۹۳) ایک دوسری آیت اس کی تائید کرتی ہے قل من كان عدوا لجبرئيل فانه نزله على قلبك (البقرہ-۹۷) انوار الیہ کے اس فیضان کے نتائج بھی قلب انسانی پر مرتب ہوتے ہیں کیونکہ تجلیات و اشارات الیہ کو قبول کرنے کی صلاحیت بھی انسانی قلب ہی کے اندر ودیعت کی گئی ہے۔ ارشاد الہی ہے ان فی ذالک لذكوری لمن كان له قلب او الفی السمع وهو شهيد (ق-۳۷) حواس ایک ذریعہ ضرور ہیں لیکن دل بیٹا کی توجہ اور التفات کے بغیر فہم و قبولیت کا حصول ممکن نہیں ہے۔۔۔ آیات آفاق و انفس انسان کے لئے رشد و ہدایت کا سامان کر رہی ہیں۔ یہ نشانیاں کہ ارض پر بھی پھیلی ہوئی ہیں اور انسانی جان کے اندر بھی ان کو دیکھا جا سکتا ہے لیکن اس مقصد کا حصول بھی اسی وقت ممکن ہے جب قلب انسانی کے فہم و ادراک کے دروازے کھلے ہوں۔ خالق الکون نے فرمایا اولم یسر و ا لی الارض لتکون لہم قلوب یعقلون بہا او اذان یسمعون بہا (الحج-۳۶) اس آیت کریمہ میں بھی استدراک و استدلال اور عقل و فہم کو قلب انسانی کے ساتھ جوڑا گیا ہے۔

فکر و عمل میں قلب انسانی کا اشتراک

فکر و عمل کے باب میں قلب انسانی کا مثبت یا منفی اشتراک اس کے کردار کی حقیقی قدر و قیمت کا تعین کرتا ہے مثلاً قرآن مجید میں ارشاد ہوا لا یواخذکم اللہ بالنعو فی ابعثکم ولكن یواخذکم بما کسبت قلوبکم (البقرہ-۸۹) ایک اور جگہ ارشاد ہوا لن ینال اللہ لعمومہا ولا دماءہا ولكن ینالہ التقوی منکم (الحج-۳۷) انسانی اعمال میں جو چیز مطلوب ہے وہ ہے تقویٰ اور محل تقویٰ قلب انسانی ہے۔ اس کی وضاحت بھی قرآن مجید کرتا ہے اولئک الذین استحن اللہ قلوبہم للتقوی (الحجرات-۳) امر و نہی کا خطاب اور مسئولیت و جوابدہی کا بارگراں انسانی قلب پر ہی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ قوت و اختیار دل کے پاس ہے باقی اعضاء تو اس کے احکامات کی پیروی کرتے ہیں۔۔۔۔۔ ارشاد الہی ہے ان السمع والبصر والفؤاد کل اولئک کلن عنہ مسئولا (الاسراء-۳۶) سمع و بصر کے ساتھ دل انسان کے لئے انتہائی قیمتی متاع ہے۔ فرمایا وجعل لکم السمع والابصار والالفة لعلکم تشکرون (السجدہ-۹) اگر قلب انسانی پر مفادات و خواہشات کے بادل چھا جائیں تو یہی دل جمالت و غفلت کا محل بن جاتا ہے۔ انجام کار کے طور پر دل ایسے اندھے پن کا شکار ہوتا ہے کہ اسے کچھ بھائی نہیں دیتا۔ قرآن حکیم اسی کیفیت کو یوں بیان کرتا ہے فلتھا لا تعمی الابصار ولكن تعمی القلوب التی فی الصدور (الحج-۳۶) نفاق و انحراف کجی و گمراہی میں بھی قلب انسانی کا حصہ وافر ہوتا ہے۔ چند آیات قرآنیہ اس کی نشاندہی کرتی ہیں یحنو المنافقون ان تنزل علیہم سورۃ تنبئہم بما فی قلوبہم (التوبہ-۶۳) کلاب وان علی قلوبہم (المطففین-۱۳) فی قلوبہم مرض (البقرہ-۱۰) ختم اللہ علی قلوبہم (البقرہ-۷)

آفاق و انفس کی صورت میں آیات الیہ تو ہر طرف پھیلی ہوئی ہیں لیکن بسا اوقات انسانی قلب و نظر سے نظر و تدبیر کا کام نہیں لیتا۔ قرآن حکیم قلب انسانی کی اس کیفیت کی طرف یوں اشارہ کرتا ہے لہم قلوب لا یفقہون بہا ولہم اعین لا یبصرون بہا (الاعراف-۱۷۹) ان کے دل ہیں کہ جس سے وہ سمجھتے نہیں اور ان کی آنکھیں کہ جن سے وہ دیکھتے نہیں۔

ایمان اور قلب انسانی

قرآنی آیات سے اس بات کا ثبوت بھی ملتا ہے کہ ایمان و اعتراف کا تعلق بھی قلب انسانی کے ساتھ ہے۔

توحید رسالت آخرت کا اقرار و اعلان بظاہر زبان سے بھی ضروری ہے لیکن جب تک اس اظہار کی پشت پر قلب کی گہرائی سے مرتصدیق ثابت نہ ہو ایسا ایمان محض دعویٰ ہی ہو گا۔ ارشاد الہی ہے **قُلَّتِ الْأَعْرَابُ آمَنَّا قُل لَّا تَقُولُوا آمَنَّا وَلٰكِن قُولُوا اسْلَمْنَا وَلَمَّا بَدَّلْنَا الْإِيمَانَ فِي قُلُوبِكُمْ (الحجرات-۳)** ایک اور جگہ حقیقت ایمان کو یوں واضح فرمایا **قَالُوا آمَنَّا بِالْوَاهِمِ وَلَمْ تَوْمِن قُلُوبُهُمْ (المائدہ-۳۱)** یعنی محض زبانی اقرار ہے دل تو ابھی ایمان نہیں لائے۔ ایمان کا تعلق چونکہ دل ہی کے ساتھ ہے۔ اسی لئے کسی جبر و اکراہ اور زبردست تشدد کے سامنے اگر کوئی شخص خلاف ایمان کسی بات کا اقرار کر لیتا ہے اور اس موقع پر اگر اس کا دل مطمئن ہے تو اس کا ایمان محفوظ و مامون ہے۔ ارشاد الہی ہے **الْإِيمَانُ بِالْإِيمَانِ (النحل-۱۰۶)**

جب ایمان انسانی قلوب کی زینت بنتا ہے تب ہی انسانی زندگیوں میں نیکیوں کی بہار آتی ہے۔ ایمان کے سطحی دعوے صرف ظاہری و عارضی تبدیلیوں کا ذریعہ بنتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان پر ہدایت و رشد کے انعام و احسان کا ذکر یوں فرمایا ہے **وَلٰكِن حَبِيبُ الْحِكْمِ الْإِيمَانُ وَزِينَتُهُ فِي قُلُوبِكُمْ وَكِرِهُ الْحِكْمِ الْكُفْرُ وَالْفِسْقُ وَالْمَعْصِيَانُ أُولَئِكَ هُمُ الرَّاشِدُونَ (الحجرات-۷)** ”لیکن اللہ تعالیٰ نے ایمان کو تمہارے لئے محبوب بنایا اور اس کو تمہارے دلوں میں اچھا کر کے دکھایا اور کفر گناہ اور نافرمانی سے نفرت بٹھا دی یہی لوگ نیک چلن ہیں۔“

قلب انسانی کی کیفیات و ثمرات

ایمان اور اس کے ثمرات کا حصول اس وقت تک ناممکن ہے جب تک کہ قلوب کفر و عیسان اور رذائل اخلاق سے پاک نہ ہو جائیں۔ قلوب کی پاکیزگی ثابت الی اللہ، ذکر و فکر، محاسبہ نفس، مسلسل توجہ اور دعا سے حاصل ہوتی ہے۔ قرآن مجید انسانی قلب کی مختلف کیفیات بیان کرتا ہے۔ ایسا دل قابل تعریف ہے جو ذکر الہی سے سکون پائے اور ”قلب مطمئن“ بن جائے۔ خالق کائنات اور مالک حقیقی کی خوشنودی کے حصول کے لئے متوجہ رہے اور ”قلب نسیب“ قرار پائے۔ رذائل اخلاق سے چھٹکارا حاصل کرتے ہوئے، فضائل اخلاق سے مزین و آراستہ ہو کر ”قلب سلیم“ بن جائے۔۔۔ انسان اس عالم مادی میں نیکی و بدی کے ماحول کے اندر شدید کشش کی زندگی گزارتا ہے۔ ایک طرف مادی علاقے اور خواہشات نفس ہیں۔ دوسری طرف کھن اور مشکل زندگی کے ساتھ ابدی زندگی کے بے پایاں انعامات اور رب کائنات کا لامتناہی فضل و کرم اس دورا ہے پر دل کسی ایک راستے کا انتخاب کرتا ہے۔ اگر دل رضائے الہی کو مقصود ٹھہرائے اور آخرت پر نظر رکھے تو حدیقہ القلب جن اوصاف عالیہ سے مزین ہو گا وہ یہ ہوں گے۔ ایمان، حب الہی، ذکر و دعا، اخلاص نیت، صبر و شکر، حمت و شجاعت، ایثار و قربانی، محبت و مودت، رافت و رحمت وغیرہ۔ لیکن اگر دل اس عارضی دنیا کے باغ و بہار میں کھو جائے تو اس دل کے ثمرات اس سے بالکل مختلف ہوں گے۔ قلب انسانی، کفر و شرک، تکبر و ظلم، حسد و خیانت، نفاق و دو عملی، بغض و عناد، پست ہمتی، خوف اور حب دنیا جیسے رذائل کی آماجگاہ بن جائے گا۔ یہ کیفیات کائنات قلب کی ایسی تاریکیاں ہیں کہ جو انسان کو خالق و منعم حقیقی سے دور اور اس کی رحمتوں سے محروم کر دیں گی۔ مگر دنیا و آخرت کی کامرانی خوشی اور سکون کا تعلق اللہ کے ذکر خشت الہی میں مضمر ہے۔ ارشاد الہی ہے **الَّذِينَ آمَنُوا وَتَطْمَئِنُّ قُلُوبُهُمْ بِذِكْرِ اللَّهِ أَلَا بِذِكْرِ اللَّهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوبُ (الرعد-۲۸)** جو دل بن دیکھے اللہ کے خوف و خشت میں جتا رہا اللہ اس کو عظیم ترین انعام سے نوازے گا۔ ارشاد الہی ہے **مَنْ خَشِيَ الرَّحْمَنَ الْعَلِيمَ وَجَاءَ بِقَلْبٍ مُنِيبٍ ادْخُلُوهَا بِسَلَامٍ فَالْكَ**

انسانی زندگی کا مقصود۔ قلب سلیم

خیر و شر، نیکی و بدی کی کشش کا میدان قلب انسانی ہے۔ پاکیزہ جذبات کی طرح دوسے، شرور نفس، شیطانی اکساوے بھی قلب کے اندر ہی جنم لیتے ہیں۔ ظاہر و باطن میں جاری و ساری اس محرکہ آرائی میں اللہ کے حضور ایسا شخص کامران و سرخرو ہو گا جس نے قلبی امراض سے کھل طور پر نجات حاصل کر لی۔ سلیم اور محفوظ دل لے کر بارگاہ رب العزت میں حاضر ہوا۔ ارشاد الہی ہے ہوم لا یفنع مال ولا بنون۔ الا من اتى اللہ بقلب سلیم (سورۃ الشعراء ۸۸-۸۹) اس روز نہ مال کوئی فائدہ دے گا نہ اولاد بجز اس کے کہ کوئی شخص قلب سلیم لئے ہوئے اللہ کے حضور حاضر ہو۔ سید مودودیؒ ان آیات قرآنیہ اور قلب سلیم کی وضاحت یوں فرماتے ہیں: ”قیامت کے دن اگر آدمی کے کام کوئی چیز آسکتی ہے تو وہ مال اور اولاد نہیں بلکہ صرف ”قلب سلیم“ ہے۔ ایسا دل جو کفر و شرک نافرمانی اور فسق و فجور سے پاک ہو۔“ (تفسیر القرآن ج ۳، ص ۵۶)

احمد مصطفیٰ الراغی قلب سلیم کی وضاحت یوں کرتے ہیں ای ہوم لا یبقی المرء من عذاب اللہ العمال ولو اتى اللہ یملأ الارض ذمبا ولا البنون ولو اتى اللہ یملأ الارض ذمبا ولا البنون ولكن یفنعہ ان یجی خالصا من الذنوب وادواتها وحب اللہ وحب اللہ وشہواتها (تفسیر الراغی ج ۱۹ ص ۷۵) یعنی اس روز کسی شخص کو مال چاہے وہ پوری دنیا کا فدیہ کر دے اللہ کے عذاب سے نہ بچائے گا اور نہ ہی ولاد چاہے ان سب کو وہ فدیہ کر دے بلکہ جو بات اس کو نفع دے گی وہ یہ ہوگی کہ وہ گناہوں کی آلودگیوں، حب دنیا اور شہوات سے پاک دل کے ساتھ اللہ کے حضور پہنچے۔ شکوک و شبہات، انسانی قلب کو ایمان و یقین سے محروم کر دیتے ہیں۔ دل خیر کی تائید و توثیق کے بجائے برائیوں کو پروان چڑھاتا ہے۔ کفر و شرک بھی دراصل بے یقینی اور شک کے ثمرات ہی ہیں۔ شیخ التفسیر محمد ادریس کاندھلوی فرماتے ہیں ”اس دن کی پریشانی اور رسوائی سے وہ شخص بچ سکے گا جو اللہ کے پاس کفر و شرک اور شکوک و شبہات سے سلامت دل لے کر حاضر ہو گا۔ جنیدؒ فرماتے ہیں سلیم کے معنی لغت میں مارگریہ کے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ خوف خداوندی کی وجہ سے جس دل کی یہ کیفیت ہو کہ وہ مارگریہ کی طرح تمللتا رہے تو وہ قیامت کے دن کامیاب ہو گا۔ (معارف القرآن ج ۵ ص ۲۳۱)

مال و اولاد انسان کے لئے شدید آزمائش ہیں اسی لئے دونوں کو فتنہ بھی قرار دیا گیا ہے۔ ان دونوں کی محبت میں جتلا ہونا خلاف ایمان ہے۔ اہل ایمان تو اللہ سے محبت کرنے والے ہوتے ہیں۔ انسانی قلب کی سلامتی یہ ہے کہ وہ مال و اولاد کی محبت کے فتنوں سے پاک ہو۔ چنانچہ محمود بن عمر زحیری قلب سلیم سے مراد ایسا دل لیتے ہیں کہ جو مال و اولاد کی محبت اور کفر و معاصی کے جملہ امراض سے پاک ہو۔ ”الامن اتی اللہ بقلب سلیم“ من فتنۃ العمال والبنین ومعنی سلامتہ القلب، سلامتہ من الفات الکفر والمعاصی (الکشاف الجزء الثالث ص۔ ۳۲۰) مفسرین کرام میں علامہ آلوسی اہم مقام رکھتے ہیں۔ ان کے نزدیک قلب سلیم سے مراد ایسا دل ہے جو کفر و نفاق، عقائد فاسدہ، دنیاوی خواہشات و لذات اور شرک و معاصی سے پاک ہو۔ اللہ کے احکامات کا پابند، اللہ کے بندوں کے لئے امن و آشتی اور اس کے دشمنوں کے خلاف نبرد آزما ہو۔ اللہ کا مطیع و فرمانبردار اور اس کی عبادت کا خوگر ہو۔ اپنی معروف تفسیر میں ”قلب سلیم“ کی تشریح وہ یوں کرتے ہیں۔

”الامن اتی اللہ بقلب سلیم“ عن مرض الکفر والنفاق ضرورۃ اشتراط نفع کل منہما بالایمان وکون المراد من القلب السلیم۔ القلب السلیم عن مرض الکفر والنفاق هو الماتور عن ابن علیس ومجلد و قتادہ وابن سیرین

وغيرهم۔۔۔ وقال الامام هو الخالي عن العقائد الفلسفة والميل الى شهوات الدنيا ولذاتها ويتبع فالك الاعمال الصالحات اذ من علامته سلامته القلب تاثيرها في الجوارح۔ وقل هو الذي سلم من الشرك والمعاصي وسلم نفسه لحكم الله تعالى وسالم اولياءه وحلارب اعداءه واسلم حيث نظر لعرف واستسلم وانقاد لله تعالى واذعن لعبادته سبحانه (روح المعاني الجزء التلث عشر ص ۱۰۱)

علم تفسیر اور فکر و فلسفہ میں شہرت رکھنے والے امام فخر الدین رازیؒ کے نزدیک قلب سلیم سے مراد مال و اولاد کے فتنوں سے پاک دل ہے۔ ان کے نزدیک سلیم سے مراد تین معانی ہو سکتے ہیں۔

اما السليم فيه ثلاثه اوجه (الاول) هو الاصح ان المراد منه سلامته القلب عن الجهل والاخلاق الرذيله وذلك لانه كما ان صحته البدن وسلامته عبارة عن حصول ما ينفي من المزاج والتركيب والاتصال ومرضه عبارة عن زوال احد تلك الامور لكذلك سلامته القلب عبارة عن حصول ما ينفي له وهو العلم والخلق الفاضل ومرضه عبارة عن زوال احدهما فقوله ”الا من اتى الله بقلب سليم“ ان يكون خاليا عن العقائد الفلسفة والميل الى شهوات الدنيا ولذاتها فان قيل لظاهر هذه الآية يقتضي ان من سلم قلبه كان ناجيا وانه لا حاجته فيه الى سلامته اللسان واليد (جوابه) ان القلب موثر واللسان والجوارح تبع فلو كان القلب سليما لكانا سليمين لا محالته وحيث لم يسلمنا ثبت عدم سلامته القلب (التاويل الثانی) ان السليم هو اللدوخ من خشية الله تعالى (التاويل الثالث) ان السليم هو الذي سلم واسلم وسالم واستسلم (التفسير الكبير الجزء الرابع والعشرون ص ۱۵۱)

ایک مفہوم تو اس کا یہ ہے کہ دل نہ صرف جمالت اور اخلاق رزیلہ سے پاک ہو بلکہ علم اور اخلاق فائد سے آراستہ بھی ہو۔ عقائد فاسدہ اور دنیوی لذات و خواہشات سے پاک ہو۔ سلیم کی دوسری تاویل خشیت الہی ہے۔ تیسری تاویل یہ ہے کہ دل خود سلامتی والا ہو۔ دوسروں کے لئے اور باہم ایک دوسرے کے لئے امن و آشتی کا باعث ہو مزید یہ کہ وہ سلامتی کا طلکار بھی ہو۔

قرطبی نے قلب سلیم کی وضاحت فرماتے ہوئے مختلف روایات نقل کی ہیں۔ شک اور شرک سے پاک دل ”قلب سلیم“ ہے۔ ”قلب سلیم“ سے مراد مومن کا دل ہے کیونکہ کافر اور منافق کا دل تو مریض ہی ہوتا ہے جیسے کہ قرآن مجید میں ارشاد ہوا ہے ”فی قلوبہم مرض“۔ بدعت سے پاک اور سنت پر مطمئن دل، اللہ کے خوف سے مجروح دل، اوصاف زبیر سے پاک اور اوصاف جلیلہ سے متصف دل، محمد بن سیرینؒ کے نزدیک قلب سلیم یہ ہے کہ انسان یہ جان لے کہ اللہ برحق ہے قیامت برپا ہونے والی ہے اور یہ کہ قبر والوں کو وہ اٹھا کھڑا کرے گا۔

القرطبی کے تفسیری نکات درج ذیل ہیں۔

”من اتى الله بقلب سليم“ بضعه لسلامته قلبه وخص القلب بالذكر لانه الذي اذا سلم سلمت الجوارح‘ واذا فسدت فسدت سائر الجوارح وقد تقدم في اول ”البقرة“ واختلف في القلب السليم فقيل من الشك والشرك فلما الذنوب ليس مسلم منها احد قاله قتاده وابن زيد واكثر المفسرين وقال سعيد المسيب ”القلب السليم الصحيح هو قلب المومن لان قلب الكافر والمنافق مريض قال الله تعالى ”في قلوبهم مرض“ وقال ابو عثمان السيلاري هو القلب الخالي عن البدعت‘ المعظمتنة الى سنته وقال الحسن ”سليم من الله المال والبنين وقال الجنيد السليم في اللغة اللدوخ‘ فمعناه انه قلب كالدوخ من خوب الله وقال الضحاك السليم الخالص اي

نہیں ہے بلکہ ہر دور اہوں میں سے کسی ایک راہ پر چلنے کا فیصلہ اول و آخر انسانی دل ہی کرتا ہے۔ اسی لئے حضرت موسیٰ و حضرت ہارون علیہما السلام جب سرکش فرعون کو دعوت الی اللہ دینے چلے تو ان دونوں کو رب کریم نے یہ تلقین فرمائی کہ **فَقُولَا لَهُ لَوْلَا لَنَا (طہ - ۴۴)** کہ تم اس سے نرم بات کہنا۔ نرمی سے دل کے دروازے کھلتے ہیں۔ اس سے مروت و محبت کا رشتہ قائم ہوتا ہے جبکہ درشتی و سختی سے دل کی دوری بڑھتی ہے اور حق سے اعراض اور فرار کی کیفیت بڑھتی ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے کربمانہ اخلاق سے بے شمار انسانوں کے قلوب کو فتح کر لیا۔ اس کی وجہ بھی قرآن کریم نے آپ کے دل کی نرمی، آپ کی رافت و رحمت کو قرار دیا ہے۔ ارشاد الہی ہے **لِمَا رَحِمْتَهُ مِنَ اللَّهِ لَنْتَ لَهُمْ وَلَوْ كُنْتَ لَفًا غَلِيظَ الْقَلْبِ لَا نَفَسُوا مِنْ حَوْلِكَ (ال عمران - ۱۵۹)** یعنی بے شمار انسان شمع رسالت کے گرد پروانوں کی طرح سے دیوانہ وار جمع ہو گئے تو اس کی وجہ دلائل و براہین کا انبار نہیں بلکہ ہادی برحق کی لوگوں پر شفقت و مہربانی ہے۔ آپ کے عفو و درگزر نے بے شمار انسانوں کے قلوب کو نور ایمان سے منور فرمایا۔ کہتے ہیں کہ دل کو دل سے راہ ہوتی ہے۔ پکارنے والے نے جب بھی اخلاص و محبت، درد و کرب کے ساتھ دل کے دروازے پر دستک دی ہے تو انسان کا پتھر پلا باطن بھی موم کی طرح پگھلتا نظر آیا ہے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے معرفت کو دل کا عمل قرار دیا ہے۔ آپ کا ارشاد گرامی ہے۔ **انما اعلمکم باللہ وان المعرفة لعل القلب لقلول اللہ تعالیٰ ولكن بواخذکم بما کسبت لقلوبکم (صحیح البخاری ج ۱ ص ۱۰)** مگر کسی برے عمل پر مواخذے کا انحصار دل کی شرکت پر ہے۔

علم نور ہے اور رشد و ہدایت کا سامان بھی ہے لیکن صرف وہی علم نفع بخش ہے کہ جس کا تعلق انسانی قلب کے ساتھ ہو۔ حضرت حسنؑ سے روایت ہے کہ رسول اکرمؐ نے فرمایا **العلم علمان فعلم فی القلب فلناک علم نافع و علم علی اللسان فلناک حجتہ اللہ عزوجل علی ابن آدم (دارمی ص - ۱۰۲)** یعنی علم کا تعلق اگر محض زبان کی حد تک رہے اور وہ قلب کی گہرائی تک نہ اترے تو ایسا علم انسان پر اللہ کی حجت تو ضرور ہے مگر نفع و ہدایت کا باعث ہرگز نہیں ہے۔ گویا علم کا تعلق اگر قلب انسانی سے قائم نہیں ہوتا تو وہ حقیقی ثمرات سے خالی رہتا ہے۔

حیات القلوب

زندگی تو بس دل ہی کی زندگی ہے۔ اگر دل زندہ نہیں تو حیات انسانی کے دونوں سوتے خشک ہو جاتے ہیں۔ انسان کا خاتمہ ہو جاتا ہے البتہ انسان نما حیوان ضرور چلتا پھرتا نظر آتا ہے۔ بے نور و بے روح انسان بے کیف زندگی کے ساتھ اللہ کی زمین پر اک بوجھ بن کر حیوانی زندگی کا نمونہ پیش کرتا ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انسانی قلب کو شقاوت و قساوت سے بچانے کے لئے ہدایت و رہنمائی دی ہے۔ آپ کا ارشاد گرامی ہے **لا تکثروا الکلام بغیر ذکر اللہ فان کثرة الکلام بغیر ذکر اللہ قسوة القلب وان ابعد الناس من اللہ القلب القلسی (کنز العمال ج ۱ ص - ۴۲۷)** اللہ کے ذکر کے سوا کثرت کلام سے بچو کیونکہ اللہ کے ذکر کے سوا کثرت کلام قساوت قلب کا باعث ہے اور انسانوں میں اللہ سے سب سے زیادہ دور سخت دل انسان ہے۔

قرآن و حدیث کی تعلیمات میں تقویٰ کی اس قدر تلقین کی گئی ہے کہ ہدایت و تقویٰ یا ایمان و تقویٰ لازم و ملزوم قرار دیئے جاسکتے ہیں تمام تر عبادات کی روح تقویٰ ہے۔ ایک ایسی دنیا میں کہ جہاں ہر قدم پر خواہشات کا طوفان اور شیطان کی ترغیبات اور بے جا خواہشیں اور انسان کی نفسانیت اور انسان ایک کٹھن مرطے سے

گزر کر اللہ کی خوشنودی چاہتا ہو اور اس جنت کی طرف بڑھ رہا ہو تو اس مرحلے پر تقویٰ کی اہمیت اور بھی بڑھ جاتی ہے۔ آزمائش کے ان مراحل سے سلامتی کے ساتھ گزرنے کی ایک ہی سبیل ہے جس کی نشاندہی رسول اکرمؐ نے فرمائی ہے کہ انسانی تقویٰ کو زادراہ بنائے۔ حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے۔ آپ نے فرمایا خیر الزاد التقویٰ وخیر ما لقی فی القلب البقین (کنز العمال ج ۳ ص ۹۰) بہترین زادراہ تقویٰ ہے اور بہترین چیز جو دل میں ڈالی گئی وہ بقین ہے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے دل کی حفاظت کے لئے متعدد دعائیں بھی منقول ہیں، کہ ایمان و عمل کے ساتھ آپ اکثر دعا بھی فرماتے رہتے اور دوسروں کو اسکی تلقین بھی فرمایا کرتے۔ ایک دفعہ آپ نے تنبیہ فرمائی اور شیطان کے ایک عمل سے ڈرایا۔ فرماتے ہیں ان الشیطان واضع خطمه علی قلب ابن ادم فلان ذکر اللہ خنس وان نسی التعم قلبہ (کنز العمال ج ۱ ص ۴۱۸) شیطان ابن آدم کے دل پر نکیل ڈال دیتا ہے اگر وہ اللہ کا ذکر کرے تو وہ (شیطان) چھپ جاتا ہے اور اگر وہ اللہ کو بھول جائے تو وہ اس کے دل کو نکل جاتا ہے۔

حضرت انسؓ سے روایت ہے کان النبی یكثر ان بقول بلقلب بالقلب ثبت قلبی علی دینک لالو یا رسول اللہ امناک وبما جنت بہ لفل تخلف علینا؟ فقال رسول اللہ حکنا وانشا باصبعا (کنز العمال ص- ۳۹۴)

”رسول اکرمؐ اکثر یہ دعا کرتے اے لوگوں کے پھیرنے والے میرے دل کو اپنے دین پر جما دے۔ صحابہ کرامؓ نے پوچھا اے اللہ کے رسول ہم آپ پر ایمان لائے اور جو کچھ آپ لے کر آئے اس پر بھی تو کیا آپ ہمارے بارے میں ڈرتے ہیں؟ آپ نے فرمایا ہاں اور پھر اپنی انگلی سے دل کی طرف اشارہ فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو محدود اختیار اور کچھ مہلت عمل ضرور دے رکھی ہے لیکن دراصل جو قوت و صلاحیت انسان کے پاس ہے۔ وہ انسان کے پاس اللہ کی امانت ہے۔ اس سب کچھ کا حقیقی مالک خالق کائنات ہی ہے۔ انسانی دل کا معاملہ بھی کچھ ایسا ہی ہے کہ اس کی ہر دھڑکن اللہ رب العزت کے قبضہ قدرت میں ہے۔ ارشاد الہی ہے واعلموا ان اللہ بحول بین المرء وقلبه (الانفال- ۲۳) اور جان رکھو کہ اللہ آدمی اور اس کے دل کے درمیان حائل ہے۔

مولانا شبیر احمد عثمانیؒ اس آیت کی وضاحت یوں فرماتے ہیں ”یعنی حکم بجالانے میں دیر نہ کرو شاید تھوڑی دیر بعد دل ایسا نہ رہے۔“ اپنے دل پر آدمی کا قبضہ نہیں بلکہ دل خدا کے ہاتھ میں ہے۔ جدھر چاہے پھیر دے۔ بے شک وہ اپنی رحمت سے کسی کا دل ابتداء میں روکتا نہ اس پر مہر کرتا ہے۔ ہاں جب بندہ اشتغال احکام میں سستی اور کاہلی کرتا رہے تو اس کی جزاء میں روک دیتا ہے یا حق پرستی چھوڑ کر ضد و عناد کو شیوہ بنا لے تو مہر کر دیتا ہے۔“ (تفسیر شبیر احمد عثمانی ص- ۲۳۸)

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات بھی یہی رہنمائی کرتے ہیں کہ قلوب انسانی اللہ تعالیٰ لاشریک کے قبضے میں ہیں۔ ایک بار آپ اپنی زوجات میں سے ایک سے فرما رہے تھے یا ام سلمہ انہ لیس ادمی الا وقلبه بین اصبعین من اصابع اللہ فمن شاء اقام ومن شاء ازاغ (کنز العمال الجزء الاول ص- ۲۳۲) ”اے ام سلمہ کوئی آدمی ایسا نہیں کہ جس کا دل اللہ کی دو انگلیوں کے درمیان نہ ہو۔ پس جسے چاہتا ہے سیدھا کر دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے ٹیڑھا کر دیتا ہے۔“ ابن جریر الدہلی سے روایت ہے۔ آپ نے فرمایا الموازن ید اللہ یرفع لوما وینزل لوما وقلب ابن ادم بین اصبعین من اصابع الرحمن اذا شاء ازاغہ واذا شاء اقامہ (کنز العمال الجزء الاول ص- ۲۳۳) ”میزان اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ وہ کسی قوم کو بلند کرتا ہے اور کسی کو پست کرتا ہے اور ابن آدم

کا دل رحمن کی انگلیوں میں سے دو انگلیوں کے درمیان ہے۔ جب چاہے اس کو ٹیڑھا کر دے اور جب چاہے اسے سیدھا کر دے۔ انسان اگر اللہ کی نافرمانی اور برائی کی راہ پر چلے تو اس کا اثر و اظہار لوح قلب پر بھی ہوتا ہے۔ آئینہ دل نہایت شفاف و حساس ہے۔ لہذا پورے جسد انسانی میں گناہ کی تاریکی و سیاہی اسی مرکز پر نمودار ہوتی ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے ان العبد اذا اخطا خطيته نكتت في قلبه نكتة سوداء فلذا هو نزع واستنفر وتلب مقل قلبه وان عاد زهد فيها حتى تعلمو قلبه (ترمذی کتاب التفسیر، سورة المطففين ج ۵، ص ۳۳) ”بندہ جب گناہ کرتا ہے تو اس کے دل میں داغ کا ایک سیاہ نکتہ پڑ جاتا ہے تو اگر اس نے اپنے آپ کو اس سے علیحدہ کر لیا اور خدا سے مغفرت مانگی اور توبہ کی تو اس کا دل صاف ہو جاتا ہے اور اگر اس نے پھر وہی گناہ کیا تو وہ داغ بڑھ جاتا ہے اور یہاں تک کہ وہ پورے دل پر چھا جاتا ہے۔“

نیکی و بندگی کی کوشش میں دل کا کردار نہایت اہم ہے۔ انسان ملکوت و جوارہ ہے اور جو کچھ اختیار اس کو دیا گیا ہے اس کا استعمال دل ہی کو کرنا ہوتا ہے لہذا دل کی دنیا کو سنوارنے اور شیطانی چالوں سے اس کو محفوظ رکھنے کے لئے مسلسل نگہداشت اور توجہ کی ضرورت ہے۔ انسان کے پاس بڑا حوصلہ اور ہمت ہے لیکن جب تک اس معرکہ آرائی میں جس کی کامیابی و ناکامی پر آخرت کے عذاب و ثواب اور اللہ کی ناراضگی و خوشنودی کا انحصار ہے۔ خالق کائنات کو اپنا شریک حال نہیں کرتا۔ ساتھی نہیں بناتا اس کے حضور دعا و التجا نہیں کرتا تو قوی امکان یہی ہے کہ وہ دنیا و آخرت کو بگاڑ بیٹھے گا۔۔۔ سلامتی قلب کے لئے فکر و عمل کی پاکیزگی کے ساتھ یقیناً اللہ کی مدد اور اس پر توکل ہی ایک ایسا راستہ ہے کہ جس سے دنیا و آخرت کی کامرانیوں اور سعادتوں کے دروازے کھل سکتے ہیں۔ رب کائنات سے بغاوت و روگردانی، گناہوں کا مسلسل ارتکاب اور سرکشی انسان کو اللہ سے دور کر دیتے ہیں اور ان حالات میں خالق کائنات بندوں کی پکار نہیں سنتا۔ اسی طرح پاکیزہ اور حلال رزق کو چھوڑ کر اگر کوئی شخص لقمہ حرام اپنے پیٹ میں اتارتا ہے تو ایسے لقمے اور غذا سے انسانی رگوں کے اندر حرام خون گردش کرتا ہے۔ قلب انسانی میں میل اور سیاہی پیدا ہونے لگتی ہے۔ قلوب میں انوار الہیہ قبول کرنے کی صلاحیت باقی نہیں رہتی بلکہ ایسے قلوب شیطانی وسوسوں کے لئے موزوں و مناسب قرار پاتے ہیں تب انسانی قسوت قلبی کا شکار ہو جاتا ہے۔ نہ دل سے دعا نکلتی ہے اور نہ ہی اللہ بندے کو اس کی توفیق دیتا ہے۔

قرآن حکیم انسان کی اس قسوت قلبی کا تذکرہ یوں کرتا ہے۔ ارشاد الہی ہے

ثم تست لقلوبهم من بعد ذالك فهمي كالحجارة او اشد قسوة وان من الحجارة لما يتفجر منه الانهار وان منها

لما ينشق ليخرج منه الماء وان منها لما يهبط من خشية الله وما الله بغافل عما تعملون (البقرہ - ۷۴)

قسوت میں انسانی قلوب کو پتھروں سے شیشہ دی بلکہ اس سے بھی زیادہ سخت کہا کیونکہ ساواوقات پتھروں سے دریا اور پانی کے چشمے ابل پڑتے ہیں اور پتھر بھی اللہ کی خشیت سے گر پڑتے ہیں۔ قلوب کی اسی قسوت اور دنوی و اخروی شقاوت سے بچنے کے لئے فکر و عمل کی پاکیزگی کے ساتھ ضروری ہے کہ انسان اللہ رب العزت کے حضور اپنے ہاتھ دعا کے لئے ہمیشہ بلند کرتا رہے کہ وہی خالق و مالک اور مصرف القلوب ہے۔

ربنا لا تزغ قلوبنا بعد اذ هبتنا وهب لنا من لذنك رحمة انك انت الوهاب (ال عمران - ۸)

مراجع

سهيل اكلمي لاهور ١٩٩٣ء	تفسير القرآن العظيم	ابن كثير اسماعيل الحافظ عماد الدين
مطبعة مصطفى الباني الحلبي مصر ١٩٦٥ء	تفسير المراحي	احمد مصطفى المراحي
اناره الطباعة المنيرة بيروت	روح المعاني	الوسي شهاب الدين محمود
المكتبة العلمية بيروت	سنن ابن ماجه	ابن ماجه محمد بن يزيد القزويني
دار الفكر بيروت ١٩٨١ء	صحيح البخاري	البخاري محمد بن اسماعيل
احياء التراث العربي بيروت ١٩٨٣ء	الجلد الصحيح سنن الترمذي	الترمذي محمد بن عيسى
مطبعة الاعتدال دمشق ١٩٣٩ء	سنن النارسي	النارسي عبدالله بن عبدالرحمان
مطبعة البيهته المنيرة	التفسير الكبير	الرازي محمد بن عمر لخرالدين
معهد الأبحاث الإسلامية اسلام آباد ١٩٦٥ء	كتاب النفس والروح	الزنجشيري محمود بن عمر
مطبعة الاستقامة القاهرة	الكشاف	زهير بن ابى سلمى
دار صادر بيروت ١٩٤٤ء	شرح معاني السبع للزوزني	الطبري محمد بن جرير
مصر ١٩٣٨٨ء	جلبع البيان عن تاليف اي القرآن	علاء الدين علي المتقي بن حسان الدين الهندي
موسسة الرساله بيروت ١٩٩٩ء	كنز العمال	كفكنهوي محمد اليريس
مكبه عثمانيه جلمه اشرفه لاهور ١٩٨٢ء	معارف القرآن	مورودي ابوالاعلى سيد
مكبه تعمير انسليت لاهور ١٩٤٦ء	تفهيم القرآن	

من يدرس العلم لم تُدرَسْ مَفَاخِرُه
فَأَوَّلُ الْعِلْمِ إِقْبَالُ وَأَخْرُه
فَأَرْشَدْنِي إِلَى تَرْكِ الْمَعَاصِي
وَنُورُ اللَّهِ لَا يُؤْتَى لِعَمَّاصِي

الْعِلْمُ أَنْفُسُ شَيْءٍ أَنْتَ دَاخِرُه
أَقْبَلْ عَلَى الْعِلْمِ وَأَسْتَقْبَلْ مَقَاصِدُه
وَقَدْ قَالَ الْإِمَامُ الشَّافِعِيُّ رَحِمَهُ اللَّهُ:
شَكَوتُ إِلَى وَكَيْعٍ سَبَّوْهُ حَفْظِي
وَدَلَّكَ أَنَّ حَفْظَ الْعِلْمِ نُورٌ

قالت: بحسن تديبرهم.
قيل: فبمس تستجليين؟
قالت: ان تعلم النفس ان لن يصيبها إلا ما كتب الله لها.
قيل: فبم ترحلين؟
قالت: بالطمع بعد القناعة، وبالحرص بعد التسامحة، وبالته بعد السرور
وبالشك بعد اليقين.

قيل للسعادة أين تسكنين؟
قالت في قلوب الراضين.
قيل: فبم تنفدين؟
قالت: من قوة إيمانهم.
قيل فبم تدومين؟